Al-Behishat Research Archive
ISSN Online: 3006-5224
ISSN Print: 3006-5216

Publisher: Al-Behishat Education & Research Institute
Journal Frequency: BI-Annual

Iqbal's thought and Pas Cheh Bayad Karad: An intellectual study

فکرِاقبال اور پس چہ باید کرد: فکری مطالعہ

Dr. Muhammad Amir Iqbal
Post Doctorate fellowship, IRI, IIUI Assistant Professor, Urdu Department, University of Sialkot, Sialkot
Dr. Sabina Awais Awan
Associate Professor, Chair Person Iqbal Chair, GCWU, Sialkot

Al-Behishat Research Archive
https://al-behishat.rjmss.com/index.php/20/about

Abstract

In the present age we need to follow the visdom of Hazrat Musa for progress and prosperity. On the other hand we need to deny the thoughts given to us by Pharoh. In the current politics the people are as involved as the slaves in chains.In the name of democracy there is an obsession of sovereignty everywhere and the Muslims consider it a golden chance of freedom.The present politicians are the followers are Pharoh. We should talk to them in the style of Hazrat Musa.Iqbal created awareness in the Arabs and taught the estern nations not to disappoint.He advised them to go through the nature carefully.He was the founder of the Eastern Unity.Political views of Iqbal have been discussed in this poem.The message of Molana Rome has been promoted in it.Besides the qualities of Hazrat Musa and weaknessess of Pharoh have been disclosed.The current politics has been discussed and thr Arabs have been reminded of their brilliant past.In fact,Iqbal wanted to awake the Asian Nations by breaking the magic of Western politics.

Keywords: Prosperity, Slaves, Democracy, Awareness, Qualities, Politics.

فکرِ اقبال تصانیف کی صورت میں جلوہ گر ہے اور اپنی ضو فشانی سے پورے عالم کو معطر کر رہی ہے۔ منظوم تصانیف میں گل ہائے رنگا رنگ کا چمن دکھائی دیتا ہے۔ ''بانگِ درا'' میں مرثیے کہے اور ساتھ ہی مغربی تہذیب کو للکارا۔ ''بالِ جبریل'' میں غزلیات کا انفرادی انداز متعارف کرایا۔ ''ضربِ کلیم '' کو عصرِ حاضر کے خلاف اعلانِ جنگ قرار دیا۔ ''ارمغانِ حجاز'' کے اردو حصہ میں ابلیس کی مجلسِ شوریٰ کا نقشہ پیش کیا۔ فارسی کلام پر نظر ڈالیں تو ہمارے سامنے '' اسرار و رموز'' آجاتے ہیں۔ اس طرح فکرِ اقبال کے فلسفہ خودی اور رموزِ بے خودی کو تقویت ملی۔ ''پیامِ مشرق'' گوئٹے کے پیغامِ مغرب کے جواب میں لکھی گئی۔ ''زبورِ عجم'' کو غزل نامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اقبال نے فرصت میں اس کا مطالعہ کرنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ ''گلشن رازِ جدید'' لکھ کر اقبال نے محمود شبستری کی گلشنِ راز کے فلسفیانہ نو سوالات کا جواب دیا ہے۔ ''بندگی نامہ'' میں اقبال نے غلاموں کے فنونِ لطیفہ پر منظوم بحث کی اور یہ تجویز کیا کہ غلاموں کے فنونِ لطیفہ میں زندگی کی روح نہیں پائی جاتی۔ اقبال کی تصنیف ''جاوید نامہ'' خاص طور پر اہمیت کی حامل ہے۔ یہ دراصل اقبال کا سفر نامہ معراج ہے۔ یہ اقبال کے مذہبی، سیاسی اور ادبی نظریات کا نچوڑ ہے۔ اختتام پر ''خطاب بہ جاوید'' دراصل تمام نوجوانوں کے لیے پیغام ہے۔ مثنوی ''مسافر'' افغانستان کا منظوم سفر نامہ ہے۔ یہ خیبر و سرحد و غزنین اور قندھار کے عبرت انگیز مناظر اور مقبروں پر اقبال کے آنسو ہیں۔ ''ارمغانِ حجاز'' کے فارسی حصہ میں اقبال کے تمام نظریات و خیالات کا جوہر موجود ہے۔ اس میں انتہائی قابلیت سے کام لے کر کوزے میں دریائے معنی کو بند کیا گیا ہے۔ ''مثنوی پس چہ باید کرد'' کو اقبال کی شاعری کے جسم کا دل

کہا جاتا ہے۔اس کے مباحث فکرِاقبال میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس مضمون میں فکرِاقبال کے ان مباحث میں سے چند کا فکری مطالعہ پیشِ خدمت ہے۔یہ مثنوی آخر اکتوبر 1936ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔(1)اقبال نے اپنے خطوط میں اس مثنوی کا ذکر کیا ہے۔11جون 1936ء کو عبدالوحید خاں کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"ضربِ کلیم کے بعد ایک فارسی منثوی "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق' شائع ہو گی (2) "

ایک خط سر راس مسعود کے نام ہے۔"اقبال اور بھوپال" میں اس کی تاریخ 29جولائی 1936ء لکھی ہے۔(3)جبکہ اس کی اصل تاریخ 29جون 1936ء ہے۔سید مظفر حسین برنی کی مرتب کردہ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد چہارم میں اس خط کے حاشیہ میں برنی نے اس غلطی کی نشاندہی بھی کی ہے۔اقبال نے سر راس مسعود کو لکھا کہ:

"اپریل کی شب کو جب میں بھوپال میں تھا۔ میں نے تمہارے دادا رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔مجھ سے فرمایا کہ اپنی علالت کے متعلق حضور رسالت مآبؐ کی خدمت میں عرض کریں۔ میں اسی وقت بیدار ہو گیا اور کچھ شعر عرض داشت کے طور پر فارسی زبان میں لکھے۔کل ساٹھ شعر ہوئے۔لاہور آکر خیال ہوا کہ یہ چھوٹی سی نظم ہے اگر کسی طرح زیادہ بڑی مثنوی کا آخری حصہ ہو جائے تو خوب ہے۔الحمد اللہ کہ یہ مثنوی بھی اب ختم ہو گئی ہے۔مجھ کو اس مثنوی کا گمان بھی نہ تھا۔بہر حال اس کا نام ہو گا "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق" ضربِ کلیم کی طباعت کے بعد اس کی کتابت شروع ہو گی) " 4(

اس سے انہیں یہ تحریک ہوئی کہ اقوام مشرق سے خطاب کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ غلامی کی زنجیروں کو کسی طرح کاٹا جا سکتا ہے اور انہیں آزادی حاصل کرنے کی خاطر کیا کچھ کرنا ہو گا۔یہ مثنوی اس زمانہ میں صفحۂ قرطاس پر صورت گیر ہوئی جب اقبال اپنی فکر کے اعتبار سے پختگی کی آخری منزل تک رسائی حاصل کر چکے تھے۔اس مثنوی کے چودہ ابواب ہیں یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسے چودہ عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس مثنوی میں اقبال نے کہیں بھی حکایت طرازی سے کام نہیں لیا۔یوں لگتا ہے جیسے اقبال کو اپنی طویل علالت سے نیم شعوری طور پر یہ احساس ہو گیا کہ ان کے اور وادی خموشاں کے درمیان بہت کم مسافت رہ گئی ہے۔وہ افراد ملت سے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اسے جلد از جلد کہہ دینے کے آرزو مند ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بڑی اختصار پسندی کا ثبوت دیا ہے اور طویل گفتگو سے پرہیز کیا ہے۔

یہ مثنوی اقبال کی وہ تیسری شعری تخلیق ہے جس کے آغاز میں انھوں نے اس کتاب کے پڑھنے والوں سے خطاب کیا ہے۔پہلی کتاب "زبور عجم" ہے جس میں اقبال نے "بخوانندہ کتاب زبور" کا عنوان مقرر کیا ہے۔(5)دوسری کتاب اقبال کا تیسرا اردو مجموعہ کلام ہے "ضرب کلیم"۔اس میں اس نوعیت کی مخاطبت کے لیے "ناظرین سے" کا عنوان قائم کیا ہے۔(6)اور مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق" میں جو عنون نظر آتا ہے وہ ہے۔"بخوانندہ کتاب"(7) یہاں کتاب پر اقبال نے اکتفا کیا ہے اور زبور عجم کتاب کے ساتھ کتاب کا نام زبور کا اضافہ کر دیا ہے۔بخوانندہ کتاب میں کل چار اشعار ہیں اور ان چاروں شعروں میں عقل کے مقابلے میں عشق کی بالادستی واضح کی گئی ہے۔(8)دراصل ہند اور بیرون ہند کے سیاسی اور اجتماعی حوادث نے ان کو اس قدر

متاثر کیا کہ ایک پوری مثنوی کی شکل بن گئی۔اس مثنوی کے موضوعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ بخوانندہ کتاب،۲۔ تمہید،۳۔خطاب بہ مہر عالمتاب،۴۔ حکمت کل یمی،۵۔ حکمت فرعون ی،۶۔لا الہ الااللہ،۷۔ فقر،۸۔مرد حر۹۔دراسرار شریعت،۱۰۔اشکے چند برافراق ہندیاں،۱۱۔سیاسیات حاضرہ،۱۲۔حرفے چند باامت عربیہ،۱۳۔پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق،۱۴۔درحضور رسالت مآبؐ۔اس مثنوی میں سب سے پہلے اقبال پیر رومی کی زبان سے یہ خوش خبری سناتے ہیں کہ :

گفت جانہا محرم اسرار شد　　　خاور از خواب گراں بیدار شد(9)

مولانا روم نے اقبال کو خبر دی کہ مشرق والے زندگی کے راز سے واقف ہو چکے ہیں اور گہری نیند سے جاگ اٹھے ہیں۔ پیر رومی نے اقبال کو نصیحت کی کہ تم اہل مشرق کو دین اور سیاست کے معانی سمجھا دو۔ چنانچہ اول حکمت کلیمی اور حکمت فرعونی کے خصائص بتا کر اقبال نے ان کا موازنہ کیا ہے۔ دیگر درج کردہ عنوانات میں سیاست حاضرہ پر تبصرہ اور امت عربیہ سے خطاب کرکے انہیں ماضی یاد دلایا گیا ہے۔ پھر تمام اقوام مشرق کو خطاب کرکے دریافت کرتے ہیں کہ اب کیا کرنا چاہیے۔اقبال نے خود ہی اس کے جواب میں سیاست فرنگ کا طلسم توڑ کر اقوام ایشیاء کو عوامی بیداری کا پیغام دیا ہے اور سرسید احمد خاں کی ہدایت کے مطابق بارگہ رسالتؐ میں فریاد کی ہے۔ مثنوی ”پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق“ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اقبال کی ساری شاعری جسم ہے اور مثنوی پس چہ باید کرد اس کا دل ہے۔ سید یوسف سلیم چشتی نے جب اس بات کا اظہار اقبال کے سامنے کیا تھا تو اقبال بھی یہ سن کر مسکرا دیے۔(10)اقبال کے نزدیک اس مثنوی کا مقصد مشرق کے افراد کو بیدار کرنا تھا۔اس مثنوی کے منتخب موضوعات پر نظر ڈالتے ہیں۔

حکمت کلیمی

اقبال نے ”پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق“ میں ”حکمت کلیمی“ کو خاص اہمیت دی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کلیمی وہ سب کچھ ہے جو اللہ کو پسند ہے اور فرعونیت یا حکمتِ فرعونی سے مراد قول و فعل کی وہ ساری صورتیں ہیں جو ابلیس کو پسند ہیں۔اپنے کلام کے ابتدائی حصہ میں اقبال نے کلیمی کو روایتی انداز میں استعمال کیا ہے مثلاً غزل کا ایک شعر ہے۔

اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم　　　طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی(11)

کلیمی کی اصطلاح اقبال کے ہاں خدائی قوت کی بھرپور نمائندہ بن گئی اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف انتہائی شدید مخالفانہ رویہ اختیار کرتی چلی گئی۔ ”ضرب کلیم“ اقبال کے تیسرے شعری مجموعہ کا نام ہے۔اس نام کے نیچے درج ہے ”اعلان جنگ‘ دور حاضر کے خلاف(12)اس کے بعد جو قطعہ ہے اس میں اقبال نے مشورہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ :

خودی میں ڈوب کے ضرب کلیم پیدا کر(13)

بال جبریل میں اقبال نے کہا۔

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم　　　عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد(14)

اقبال نے حکمت کلیمی کی وضاحت کے لیے ابتدایوں کی۔

؎تا نبوّت حکم حق جاری کند　　　پشت پا بر حکم سلطاں می زند(15)

حکمت کلیمی کا مقصد یہ ہے کہ مرد حق کسی اور کے دام میں نہ پھنسے۔حکمت کلیمی کی نمی سے انگور کی شاخ میں بھی آگ بھر جاتی ہے۔حکمت کلیمی دراصل جبریل اور قرآن کی تفسیر ہے۔حکمت کلیمی دراصل دین اسلام کی محافظ ہے۔حکمت کلیمی مکار اور عیار عقل سے افضل و اعلیٰ ہے۔اس کے ضمیر سے نئی ملت وجود میں آتی ہے۔کلیمی دراصل نبوت ہے اور نبوت وہ سب کچھ کرتی ہے جس کے زور سے بحر و بر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں،اس کی نظر میں انقلاب کا پیغام ہے۔

؎صحبتِ او ہر خزف را در کند　　　حکمت او ہر تہی را پُر کند(16)

اس کی رفاقت ریت کے زرے کو موتی بنا دیتی ہے اور اس کی حکمت ہر خالی کا دامن بھر دیتی ہے۔کلیمی بندہ درماندہ سے براہ راست مخاطب ہو کر کہتی ہے۔

؎بندۂ درماندہ را گوید کہ خیز　　　ہر کہن معبود را کن ریز ریز(17)

کلیمی بندہ درماندہ کو بیدار کرتی ہے وہ گرے ہوئے غلام کا حوصلہ بڑھاتی ہے تاکہ وہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائے اور جو طرز کہن اسے نظر آئے وہ اسے مٹادے اور جو بھی پرانے بت اسے دکھائی دیں انہیں پاش پاش کردے۔غلامی کے دور میں اسے مسحور کرنے والے جتنے بھی بت تھے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کردے۔

؎ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز　　　چراغ مُصطفویؐ سے شرارِ بُولہبی(18)

ابو لہب حضرت محمدؐ کے ایک چچا کی کنیت تھی جو اسلام کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔شرار بولہبی دراصل کفر کا شرارہ ہے۔اس دنیا کی پیدائش سے آج تک کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو یہی دکھائی دے گا کہ کفر کا شرارہ ایمان کے چراغ سے لڑتا رہا ہے۔چراغ مصطفویؐ دراصل حکمت کلیمی ہے اور شرار بولہبی حکمت فرعونی ہے۔دونوں کا تصادم ہمیشہ ہی رہا ہے۔کلیمی ایک دور تک محدود نہیں ہے اور فرعونیت کو بھی صرف ایک عہد یا ایک ہی دور سے وابستہ نہیں کیا جاسکتا۔

حکمت فرعونی

حکمت فرعونی کیا ہے؟ اقبال نے کہا کہ میں نے حکمتِ ارباب دین یعنی حکمت کلیمی کی وضاحت کر دی ہے اور اب حکمت ارباب کیں یعنی حکمت فرعونی کی روح بے نقاب کرتا ہوں۔

؎حکمت ارباب کیں مکر است و فن　　　مکر و فن؟ تخریب جاں تعمیر تن(19)

حکمت فرعونی مکر و فن کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔مکر و فن بھی ایسا جو روح کو تو تباہ کر دیتا ہے البتہ جسم کی تعمیر ضرور کرتا ہے۔

؎از دمِ او وحدت قومے دو نیم کس　　　حریفش نیست جز چوبِ کلیم(20)

حکمت فرعونی سے قوم کی وحدت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔اس کا مد مقابل حضرت موسی کا عصا ہے۔حکمت فرعونی قوم کو محکوم بنا دیتی ہے۔قوم میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔اسے غیور اولاد کا تحفہ نصیب نہیں ہوتا۔اس کے جسم میں روح تو ہوتی ہے مگر

ایسے کہ کوئی مردہ کسی قبر میں ہو۔ ایسی قوم کے بوڑھوں میں حیا نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ حکمت فرعونی کے زیر اثر قوم میں پیدا ہونے والے بچے ماؤں کے پیٹ سے ہی مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی قوم کی بیٹیاں خود ہی اپنی زلفوں کی اسیر ہوتی ہیں۔ حیا سے بیگانہ، خود نما اور دوسروں کی سوچ سے متاثر ہوتی ہیں۔ وہ بڑی بنی ٹھنی، سجی سنوری، اور دل پھینک ہوتی ہیں۔ ان کی بھنویں دو دھاری تلوار کی طرح ہوتی ہیں۔

آج حکمت فرعونی ''روشن خیالی'' کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ مادر پدر آزادی اور مرد و زن کا اختلاط نت نئی چالوں سے حملہ آور ہے۔ حکمت کلیمی کی راہ اپنانے والوں کو سب سے پہلے دقیانوسیت کے بدخطاب سے نوازا جاتا ہے۔ حکمت فرعونی نے اپنے بتوں کا جال پھیلا رکھا ہے۔ اس کے بت کبھی زبان کا جادو پڑھ کر تعصب کی آگ کو ہوا دیتے ہیں تو کبھی حسب نصب کے جادو سے انسانوں کا دل پتھر کا کر دیتے ہیں۔ کبھی علاقائی حدود و قیود کا وار چلاتے ہیں تو کبھی مذہب کے نام پر قوموں میں پھوٹ ڈالتے ہیں۔ حکمت فرعونی نے جذبِ اندروں چھین لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صفیں کج ہیں۔ دل پریشاں ہیں اور سجدے بے ذوق ہو چکے ہیں۔ حکمت فرعونی تو باطل ہے جبکہ حکمت کلیمی حق کا نام ہے۔ سچ کا نام ہے۔ یہ تو صداقت ہے اور پھر سچ اور حق کی صداقت کے لیے کٹ مرنے کا نام ہے۔ حق آتا ہے تو باطل چلا جاتا ہے۔ اسے چلا ہی جانا چاہیے کیونکہ باطل تو آتا ہی جانے کے لیے ہے۔ آج ہم نے باطل کا راستہ روکنے کے لیے حکمت کلیمی کو بے اثر سمجھ لیا ہے۔ ہم خوفزدہ ہیں کہ آج ہمارا عصا طاغوتی سانپوں کو کیسے کھائے گا۔ ایسا کیوں ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہم نے حکمت کلیمی کو محض ایک قصہ بنا لیا۔ صرف ایک داستان بنا دیا۔ واعظ اور خطیب کے لیے لچھے دار تقریر کا باعث بنا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکمت کلیمی بے اثر ہوتی گئی، کتابوں میں دفن ہوتی گئی اور پھر حکمت فرعونی نے اس پر مصلحت کا غلاف چڑھا دیا۔

حکمت فرعونی کے کئی رنگ ہیں۔ شیطان حکمت فرعونی کو پروان چڑھاتا ہے۔ ابلیس کے لیے حکمت فرعونی موثر ثابت ہوتی ہے۔ ابلیس اپنی بدحرکات کے لیے حکمت فرعونی کا سہارا لیتا ہے۔ حکمت فرعونی کی کامیابی کے بعد ابلیس اعلان کر چکا ہے کہ آج خدا کے بندے نام تو خدا کا کہتے ہیں، ہر کام کی ابتدا تو خدا کے نام ہی سے کرتے ہیں مگر اس کے بعد جو کام بھی کرتے ہیں وہ ابلیس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ حکمت فرعونی نے لوگوں کے دل بدل دیے، ذہن بدل دیے، سوچ تبدیل کر دی۔ لوگ حکمت فرعونی کو برا بھی نہیں جانتے اور مصلحت کے نام پر اسے جائز قرار دینے کے بھی درپے رہتے ہیں۔

حکمت فرعونی نے عورت کو نیم عریاں کیا اور بڑے بڑے دیواری اشتہارات کے علاوہ قد آدم بورڈز پر سجا کر عورت کو رسوا کر دیا۔ اسے روشن خیالی کا لباس پہنایا اور اپنی ثقافت اور روایات کے مقابل لا کھڑا کیا۔ حکمت فرعونی کا راستہ روکنے کے لیے جس نے حکمت کلیمی کی آواز بلند کی، اسے معاشرے میں نامکمل قرار دیا گیا۔ حکمت فرعونی کا راستہ روکنے والوں کو جو ہاتھ اور زبان سے برائی کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو یہ سبق دیا گیا کہ وہ صرف دل سے اسے برا جان سکتے ہیں، کسی دوسرے کے خیالات اور نظریات کا راستہ نہیں روک سکتے۔ اس نظریہ نے حکمت فرعونی کو پروان چڑھنے میں بھرپور مدد کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم زبردست اخلاقی اور تہذیبی بحران کا شکار ہو گئے۔ نیکی اور اچھائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں اپنا نقصان سمجھنے لگے۔ بدی کے کاموں میں دوسروں کا راستہ روکنے کی جرات گنوا بیٹھے۔ جہاں تک ودو میں غیرت بڑی چیز تھی جو درویش کو تاج سرِ دارا پہناتی تھی، وہ غیرت کہیں جا کر سو گئی۔ حکمت فرعونی کسی خاص دور سے منسوب نہیں ہے۔ آج بھی جو لوگ ابلیسی چالوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں وہ

حکمت فرعونی ہی کے ماننے والے ہیں اگر انہیں اس بات کا احساس ہی دلا دیا جائے تو شاید حکمت کلیمی پروان چڑھ سکے۔حکمت کلیمی پروان چڑھانا دراصل توحید کو عام کرنا ہے۔حکمت کلیمی پر عمل پیرا ہونا حدیث نبوی پر عمل پیرا ہونا ہے۔حکمت فرعونی اس کی ضد ہے۔عصر حاضر اس بات کا متقاضی ہے کہ حکمت کلیمی کے لیے راہیں ہموار کی جائیں اور حکمت فرعونی کا راستہ روکا جائے۔ورنہ ہماری داستان بھی دنیا کی داستانوں سے مٹادی جائے گی۔ہمیں تاریخ سے سبق سیکھنا چاہیے۔حکمت فرعونی کے مقابلہ کی خاطر حکمت کلیمی کا سہارا لینا چاہیے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر خود تاریخ ہی ہمیں اچھی طرح کوئی سبق سکھادے اور غلامی کا بند ہمارے گرد مضبوط دیوار بنالے اور ہم اس میں گھٹ کر مرجائیں۔

سیاسیات حاضرہ

اقبال نے سیاسیات حاضرہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسے ''بے بصر'' قرار دیا ہے۔اقبال نے ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' سے بہت پہلے بانگ درا میں کہا تھا۔

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے   قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے(21)

مسلمان دنیا کی عجیب حالت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔آدمی آج بھی بادشاہی کا شکار بنا ہوا ہے۔آج کے آدمی کو ایک لمحہ چین نصیب نہیں ہے۔آج کیسے دردناک مناظر سامنے آتے ہیں کہ انسان اپنے ہی ہم جنسوں کا شکار کرتا پھر رہا ہے۔ملوکیت میں ہوتا بھی یہی ہے کہ خود انسان ہی انسان کا شکار کھیلتا ہے۔اسلام کی روح تو کبھی بھی ملوکیت کی روادار نہیں ہوسکتی۔موجودہ زمانے کی سیاست جو مغربی پیداوار ہے یہ بلاشبہ ہے تو بڑی چمکدار اور اس کی تیز روشنی سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں لیکن خیال رہے کہ اس کے سب رنگ جھوٹے ہیں۔ان رنگوں کو بڑی کار گری سے نگینوں کی طرح جوڑ دیا گیا ہے۔اس جمہوریت کا بڑا زور و شور ہے مگر اقبال کے نزدیک یہ جمہوریت کیا ہے؟

گرمیٔ ہنگامۂ جمہور دید   پردہ بر روے ملوکیت کشید(22)

اس نے عوام کے ہنگامے کی گرمی دیکھی تو ملوکیت یعنی بادشاہت کے چہرے پر پردہ ڈال دیا اقبال نے مغرب کے جمہوری نظام کے حوالہ سے بانگ درا میں کہا تھا کہ:

ہے وہی سازِ کُہن مغرب کا جمہوری نظام   جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب   تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری(23)

یورپ جس جمہوری نظام کو لیے پھرتا ہے، یہ کوئی نیا ساز نہیں ہے۔یہ وہی پرانا انداز ہے اور پرانی باتیں ہیں۔اس ساز کے پردوں سے شہنشاہی کے ترانے بھی نکلتے تھے اور اب وہی راگ الاپا جارہا ہے۔جمہوریت کے لباس میں شہنشاہی اور مطلق العنانی کا جن رقص کررہا ہے۔مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آزادی کی نیلم پری ہے۔یورپ والوں نے محکوم ممالک کی نمائندگی کے لیے جو ادارے قائم

کر دیے ہیں وہ حقیقت میں آزادی کی دستاویز نہ تھی بلکہ انہوں نے اپنی مطلق العنانی کو ایسا لباس پہنا دیا تھا جسے جمہوری کہا جا سکے۔ محکوموں نے اسے آزادی سمجھ کر ہنسی خوشی قبول کر لیا اور وہ حقیقی آزادی کے لیے کوششیں چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو گئے۔ پیغام دیا جاتا ہے کہ کسی ایک سپر پاور، خاص طور پر امریکہ سے بنا کر رکھنی چاہیے۔ یاد رہے کہ سیاسیات حاضرہ محض فریب ہے۔ سیاسی گفتگو پہلو دار ہوتی ہے۔ یعنی یہ حضرات ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کے کئی معنی نکل سکتے ہیں۔

اقبال کہتے ہیں:

از خودی غافل نہ گردد مرد حر　　　　حفظ خود کن حب افیونش مخور (24)

اقبال نے نصیحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرد آزاد اپنی خودی سے غافل نہیں رہتا۔ اپنی غیرت کا سودا نہیں کرتا۔ اپنی حفاظت خود کرتا ہے۔ اقبال نے دکھی دل سے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ مغربی سیاست جو سیاست حاضرہ کے روپ میں رواں دواں ہے اس کی افیون سے گولی نہیں لینی چاہیے:

ساحر الموط نے تجھ کو دیا برگ حشیش　　　　اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخ نبات (25)

کوہ الموط کا جادو گر بھنگ کی پتیاں پلاتا پھرتا ہے۔ غافل اور غلام قوم کے افراد کی سوچ بدل جاتی ہے اور پھر ان کے لیے بھنگ کی ڈلی بھی گھڑے کی مصری بن جاتی ہے۔ سرمایہ دار آقا اپنے غلاموں کو مدہوش رکھنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ اقبال نے کہا ضرب کاری سے دریا کو دو نیم کیا جا سکتا ہے۔ ضرب کلیمی سے صحرا اور دریا کو ریزہ ریزہ کیا جا سکتا ہے اور پھر ضرب کلیمی ہی کی ہیبت سے پہاڑ بھی روئی کے گالے بن جاتے ہیں۔

سیاست حاضرہ میں اقبال کو اپنے تھکے ماندے کارواں کا خیال بھی دامن گیر ہو جاتا ہے۔ اقبال نے اسے تن پرست، جاہ مست اور کم نگاہ کہا ہے۔ لاالہ کا حقیقی تقاضا کیا ہے؟ میر کارواں اس سے بے خبر ہے۔ میر کارواں کے رخت سفر میں بلندی نگاہ، سخن کی دلنوازی اور پر سوزی جاں ہونی چاہیے اقبال نے کہا کہ میرِ کارواں پیدا تو حرم میں ہوا مگر وہ کلیسا کا مرید ہے۔ اقبال نے محکوم کے سینے میں بتوں کا غلبہ بتایا ہے۔ اس لیے پہلے اپنے سینے کو بتوں سے خالی کرنا ہوگا پھر حضور پر درود بھیجنا چاہیے۔ سیاست حاضرہ نے لوگوں کی نمازوں میں قیام کو بے حضور کر دیا اور سجدوں کو سرود سے عاری۔ جبکہ آزاد آدمی کا سجدہ یہ شان حاصل کرتا ہے کہ نیلا آسمان بھی اس کا طواف کرتا ہے۔ بہت سے مسلمان یک جا ہو جاتے ہیں مگر قومی، ملی اور مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے لیے کوئی نسخہ کیمیا ساتھ نہیں لے جاتے۔ اتنا ہجوم ہونے کے باوجود حالات حاضرہ پر غور نہیں کرتے۔

واعظ حالات حاضرہ کو دنیاوی باتیں قرار دے کر انہیں اصلاح کے قابل ہی نہیں سمجھتے۔ اگر مبلغین اسلام سے دنیاوی باتوں کی تعریف پوچھی جائے آئیں بائیں شائیں کرتے ہیں۔ زندگی کا کوئی بھی معاملہ ایسا نہیں جو مسجد میں یا مومنوں کی محفل میں زیر بحث نہ لایا جاتا ہو۔ اگر مسجد میں کوئی شخص کسی دوسرے کی خیریت بھی پوچھ لے تو نام نہاد مبلغین اسلام اسے دنیاوی بات کہہ کر شرمندہ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے۔ سیاست حاضرہ نے لوگوں کو یہ سکھایا ہے کہ مسجد صرف عبادت کی جگہ ہے وہاں کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ ہم نے عبادت میں خدا کے واحد ہونے کی گواہی دی ہے اور خیر البشرؐ کے آخری نبی ہونے کی گواہی دینی ہے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ لوگوں کو فلاح کی طرف بلایا گیا ہے اور انہیں نماز کی طرف بلایا گیا ہے۔ لوگ مسجد میں اکٹھے ہو کر قیام بھی

کرتے ہیں اور سجود میں بھی مگن رہتے ہیں مگر مسجد سے نکلتے ہی جب عملی زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو ان میں مذہب کی کوئی رمق بھی نظر نہیں آتی۔

حرفے چند باامت عربیہ

اقبال امت عربیہ سے بھی مخاطب ہوتے ہیں۔

حُریت پروردۂ آغوش اوست — یعنی امروزِ امم از دوشِ اوست
او دلے در پیکرِ آدم نہاد — او نقاب از طلعت آدم کشاد
ہر خداوندِ کہن را او شکست — ہر کہن شاخ از نم او غنچہ بست
گرمیٔ ہنگامۂ بدر و حنین — حیدر و صدیق و فاروقؓ و حسینؓ (26)

ان نعتیہ اشعار میں اقبال نے یہ واضح کیا کہ حضور کے طفیل عربوں کو اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ آپؐ نے ہر بت توڑ ڈالا اور حضور کی نمی سے ہر پرانی شاخ میں کلیاں پھوٹ گئیں۔ آپؐ ہی کے تربیت یافتہ افراد اور آپ کی حکمت عملی سے بدر و حنین جیسے معرکے رونما ہوئے۔ اقبال نے اس نعتیہ بند کا اختتام تغیر لفظی سے خواجہ عطار کے اس شعر سے کیا ہے۔

؎ حمد بیحد بر رسول پاک را — آں کہ ایماں داد مشت خاک را (27)

آپ کی ذات گرامی بے حد تعریف کے لائق ہے کیونکہ آپ نے انسان کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔ اس کے بعد اقبال نے ملت عربیہ کو درس عمل دیا ہے۔

؎ حق تیرا برّاں تراز شمشیر کرد — سارباں را راکب تقدیر کرد (28)

اقبال ملت عربیہ کو یاد دلاتے ہیں کہ ایمان لانے سے پہلے تمہاری حیثیت کچھ بھی نہ تھی۔ اقبال بڑی دردمندی سے امت عربیہ سے مخاطب ہوتے ہیں۔

؎ امتے بودی، امم گرویدۂ بزم — خود را خود ز ہم پاشیدۂ (29)

اقبال نے عربیوں کو یاد دلایا کہ تم ایک امت تھے مگر اب مختلف قومیتوں میں تقسیم ہو چکے ہو۔ اس طرح تم اپنی جماعت کو خود ہی منتشر کر کے رکھ دیا ہے۔ تنبیہ کے طور پر اقبال نے فرمایا۔

؎ ہر کہ از بند خودی وارَست، مرد — ہر کہ با بیگانگاں پیوست، مرد (30)

جس نے بھی خودی کا دامن چھوڑا، اسے موت آگئی۔ جو کوئی غیروں سے جا ملا تو سمجھو اس نے اپنی شناخت بھی گنوادی۔ عربوں کو خود پر اعتماد نہ رہا۔ پھر وہ اپنی خودی اور اپنی غیرت سے بھی بیگانہ ہیں۔ دوسروں کے دست نگر ہو کر زندگی بسر کرنا ان کی عادت بن گئی ہے۔ اس طرح انہیں اپنی ذاتی صلاحیتوں پر بھی اعتبار نہ رہا۔ وہ اپنوں کو نظر انداز کر کے دوسروں سے رابطے اور تعلقات پڑھانے لگے۔ ایسی قوم کبھی کسی قوم کی حیثیت سے زندہ نہیں رہتی۔ یہی ملت عربیہ کا المیہ ہے۔ اقبال نے ملت عربیہ سے کہا تھا:

اے ز افسونِ فرنگی بے خبر — فتنہ ہا در آستینِ او نگر
از فریبِ او اگر خواہی اماں — اشترانش را ز حوضِ خود براں (31)

توجو فرنگی کے سحر سے بے خبر ہے۔اس کی آستین میں جو فتنے اور فساد پوشیدہ ہیں انہیں دیکھنے کی کوشش کر۔اگر تو اس کے فریب سے بچنا چاہتا ہے تو اپنے حوض سے اس کے اونٹوں کو بھگادے۔یہ دو اشعار بطور خاص توجہ طلب ہیں۔

تا ضمیرش رازدان فطرت است　　　　مرد صحرا پاسبان فطرت است (32)

جب تک اس کا ضمیر فطرت کا رازدان ہے وہ مردِ صحرا فطرت کا پاسبان ہے۔صحرا ایک استعارا ہے۔صحرا اقبال کو بہت عزیز ہے۔کیوں کہ یہاں زندگی مسلسل متحرک رہتی ہے۔یہاں تگاپوئے دمادم ہے۔یہاں بانگ رحیل گونجتی ہے۔

پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق

کتاب کا نام "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق" ہے۔اس کے تحت اس باب نے مشرقی اقوام کی کوتاہیوں سے پردہ اٹھایا ہے۔یہ حصہ درس عبرت کہنا درست ہوگا۔اقبال نے درس عمل کے گر بھی بتائے ہیں۔اقبال نے واضح کیا ہے کہ ان حالات میں اب تمھاری کیا ذمہ داری بنتی ہے؟تمہارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے:

آدمیت زار نالید از فرنگ　　　　زندگی ہنگامہ برچید از فرنگ (33)

فرنگیوں نے نوعِ انسانی کا جینا دشوار کر دیا ہے۔اہلِ فرنگ نے زندگی کو قدم قدم پر دھوکا دیا ہے۔فرنگ نے انسانیت کی روح کو بہت صدمہ پہنچایا ہے۔آدمیت اس کے ستم کی تاب نہ لا سکی اور تڑپ اٹھی۔اقبال نے جہدِ مسلسل کا پیغام دیا،امید کی شمع روشن کی جو اقبال کا فکری وسیلہ ہے۔انسان خود اپنی ہی تیار شدہ مشکلات کا شکار ہوا۔اندر کا انسان اسے بے قرار کیے رکھتا ہے۔اقبال اس مایوسی سے نکالتا ہے کیونکہ:

یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد　　　　زیر گردوں رسم لادینی نہاد (34)

یورپ تو اپنی تلوار ہی سے گھائل ہے۔اس نے دنیا میں لادینی کی رسم کی بنیاد رکھ دی ہے۔اقبال اقوام مشرق کو پیغام دیتے ہیں کہ:

ہر چہ می بینی زانوار حق است　　　　حکمت اشیاز اسرار حق است

ہر کہ آیات خدا بیند حُر است　　　　اصلِ ایں حکمت ز حکمِ اُنظُر است (35)

اقبال ملت اسلامیہ کے قوانین کا فرنگ یعنی یورپ کے قوانین سے مقابلہ کرتے ہیں۔فکرِ اقبال میں دانش روحانی کچھ اور ہی چیز ہے اور افرنگیوں کی دانش کچھ اور ہے۔

دانش افرنگیاں تیغے بدوش　　　　در ہلاک نوعِ انساں سخت کوش (36)

اہل مغرب کی دانش تو ایسے ہے جیسے کندھے پر تلوار۔یہ نوع انساں کی ہلاکت کے درپے ہے۔اقبال اس کی وجہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں۔

عقل و فکرش بے عیارِ خوب و زشت　　　　چشم او بے نم،دل او سنگ و خشت

علم از و رسواست اندر شہر و دشت　　　　جبرئیل از صحبتش ابلس گشت (37)

جب دل ہی پتھر اور اینٹ بن جائے تو اسے انسانوں کی بربادی سے کیا تعلق۔مادہ پرست، بے رحم اور بے بصیرا قوام مغرب کیا کیا سوچتی ہیں۔وہ کہتی ہیں کہ یہ بھیڑ تمہارا شکار ہے اور وہ میرا شکار ہے۔اس کی سوچ ترکی میں بروئے کار آئی تھی۔ترکی کو ریزہ ریزہ کرنے کے بعد انہوں نے پورا ملک آپس میں بانٹ لیا تھا۔اقبال کے الفاظ میں ہم اور ہمارا مشرق کیا ہے؟ہم سورج سے ہیں اور سورج ہم سے ہے۔ہم نے ہر راز افشا کر دیا ہے۔ہر صدف کے اندر کا موتی مشرق کی بارش کے قطرے سے پیدا ہوا۔ہر سمندر کی شان و شوکت مشرق والوں ہی کے طوفان سے ہے۔مشرق کی روح بلبل کے سوز میں بولتی ہے۔اقبال نے اتحاد مشرق کی بنیاد رکھی۔شیطان کے پنجے سے خود کو چھڑانے کی تلقین کی۔اور کہا کہ اے مرد حر جو کچھ تیری زمین سے پیدا ہوتا ہے اسے بیچ وہی کچھ پہن اور وہی کچھ کھا۔اقبال نے شیشہ گران فرنگ کے احسان اٹھانے سے منع کیا اور اپنے وطن کی اشیا سے ہی سب کچھ بنانے کی تلقین فرمائی۔دانائے راز کسی بھی حال میں مغرب کی تقلید پسند نہ کرتے تھے۔اقبال کو یہ سہارا سخت ناپسند تھا جو کسی بھی ترقی کے لیے مغرب سے حاصل کیا جائے۔اقبال ان لوگوں کو سمجھ داروں میں شمار کرتے تھے جو اپنی لوئی یا گدڑی یا خرقہ بھی خود ہی تیار کرتے تھے۔

درج بالا صفحات سے اقبال کے سیاسی افکار واضح ہوتے ہیں۔اقبال حکمت کلیمی کے قائل تھے۔اقبال کے نزدیک حکمت فرعونی دراصل ابلیسی چال ہے اور لوگ اس پر عمل پیرا ہیں۔آج حکمت کلیمی کا اثر تقریروں اور کتابوں میں تو نظر آتا ہے مگر عملی طور پر اس کا اثر کسی پر دکھائی نہیں دیتا۔وہ چند لوگ جو حکمت کلیمی اختیار کرنے پر زور دیتے ہیں ان کے گرد دائرہ حیات تنگ کر دیا جاتا ہے۔معاشرے میں انہیں دقیانوس ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔علما کرام اپنی لچھے دار تقریروں میں من گھڑت قصے بیان کرتے ہیں اور داد وصول کرتے ہیں نتیجہ کے طور پر عمل کی کوئی رمق بھی لوگوں میں نظر نہیں آتی۔آج زور و شور سے عبادتیں تو کی جاتی ہیں مگر ان سے نہ دل بدلتے ہیں اور نہ حالات۔لوگوں نے عبادتوں سے حلیہ بدلنے کا ہی درس حاصل کیا۔داڑھیوں کی لمبائی چوڑائی کو دین کا حصہ بنا لیا۔شلوار کو ٹخنوں سے اوپر کر لینے میں دین تراش لیا۔اس سے خطرناک حملہ سیاست پر کیا گیا کہ اسے دین سے جدا کر دیا۔ان حالات میں چنگیزی پروان چڑھی اور حکمت فرعونی نے اس کے لیے اکسیر کا کردار ادا کیا۔اس حکمت فرعونی نے لوگوں کو روٹی، کپڑا اور مکان کی حدود میں بند کر دیا۔انسان نے اس کے لیے بہت محنت شروع کر دی۔اس عظیم بشر کے پاس روئی کے خزانے نہ تھے۔اس پر سلام بھیجنے والے جانتے ہیں کہ وہ خیر البشرؐ چاندی اور سونے کے خزانے نہ رکھتا تھا۔اس کا بچھونا تو ٹوٹا ہوا بوریا ہوا کرتا تھا۔آج ہم حضرت محمد کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں مگر عملی طور پر اسوہ حسنہ پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ہم آپ کے مزار کی جالیوں کی مدحتوں میں مگن رہے اور ہمارا دشمن ''مغرب'' اور ''امریکہ'' حکمت فرعونی کا سہارا لے کر ہمارے چمن میں خزاں کا جال بچھا گیا۔

حکمت فرعونی کا سب سے زیادہ، فائدہ سیاسیات حاضرہ کو ہوا۔حکمت فرعونی نے مذہب کو سیاست سے علیحدہ کرنے میں جو کردار ادا کیا۔اس کے اثرات عوام میں آسانی سے دیکھے جا سکتے ہیں۔چراغ مصطفویؐ سے لوگوں نے حب رسول اخذ کیا مگر آپؐ نے جو عملی کردار ادا کیا اور جو عظیم الشان کردار ادا کیا اسے ہم نے پس پشت ڈال دیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری سیاست کا قبلہ الٹ گیا۔آج کہا جاتا ہے کہ سیاست گند کا ڈھیر ہے۔کوئی ان حکمت فرعونی کے ماننے والوں سے یہ تو پوچھے کہ پھر اس خرابی کا خاتمہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ حکمت فرعونی سے متاثر ہو کر اسے اپنانے والے یہ بھی نہیں مانتے کہ ان کی سوچ غلط ہے بلکہ صاحبان تقویٰ کو شرمندہ کرتے ہیں۔آج علماء کی خدمت کرنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔اگر کوئی عالم عوام کو بیدار کرنے کی کوشش کرے تو اس کا راستہ روکنے کے لیے کہہ دیا جاتا

ہے کہ سیاسی باتوں سے گریز کیا جائے۔ گویا سیاسیات حاضرہ کے علمبردار ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ عوام خواب غفلت میں ڈوبے رہیں۔ اس طرح قوم غلام بن جاتی ہے اور سیاست کے بت اپنی دکان داری سجا لیتے ہیں۔ عربوں کی حالت بھی عجیب ہے۔ خدا نے انہیں تیل کی دولت سے نوازا۔ یہ قوم علم و دانش کے اعلیٰ مقام تک پہنچی مگر مغرب نے انہیں عیش و آرام کا درس دیا۔

ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ وہی جو اقبال نے کہا میں کہا مغرب نے دنیا میں جو لادینی کی فضا قائم کی، اس کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اپنی صفوں سے بھیڑیا صفت امریکی اور مغربی افکار سے متاثر افراد کا راستہ روکنا ہوگا۔ اپنے وجود کو علم کے نور سے منور کرنا ہوگا تا کہ ہمارے دل میں خدا کا خوف جا گزیں ہو سکے۔ اہل مغرب کی لادین فکر سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہیے۔ اس لادین تہذیب کے جادو کو توڑنا ہوگا۔ جمعیت اقوام نے حبشہ کے معاملے میں بھی کوئی کردار ادا نہ کیا تھا۔ آج مشرق کی آبرو ہمارے ہی ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم نے سنجیدگی سے غور نہ کیا تو ہماری داستان بھی دنیا کی داستانوں میں نہ رہے گی۔ تاریخ ہمیں ایسا سبق سکھائے گی کہ ہم گر کر دوبارہ ابھرنے کی حالت میں نہ رہیں گے۔

حوالہ جات

1۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر؛ تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان) طبع دوم 2001ء، ص 163
2۔ اقبال، کلیات مکاتیب اقبال، جلد چہارم، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی) سن اشاعت 1998ء، ص 321
3۔ صہبا لکھنوی، اقبال اور بھوپال (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان) طبع دوم اکتوبر 1982ء، ص 214
4۔ اقبال، کلیات مکاتیب اقبال جلد چہارم، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی، ص 343
5۔ اقبال، کلیات اقبال فارسی، شرح، پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، زبور عجم (لاہور: مکتبہ دانیال) س ن، ص 502
6۔ اقبال، کلیات اقبال اردو، ضربِ کلیم (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان) اشاعت ششم 2004ء، ص 522
7۔ اقبال، کلیات اقبال فارسی، پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز) س ن، ص 801
8۔ اقبال، کلیات اقبال فارسی، پس چہ باید کرد، ص 801
9۔ اقبال، ایضاً، ص 803
10۔ اقبال، کلیات اقبال فارسی، شرح، پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، پس چہ باید کرد، ص 911
11۔ اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، ص 128
12۔ اقبال، کلیات اقبال اردو، ضرب کلیم، ص 501
13۔ ایضاً، ص 503
14۔ اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، ص 396
15۔ اقبال، کلیات اقبال فارسی، پس چہ باید کرد، ص 808
16۔ ایضاً، ص 809
17۔ ایضاً، ص 809

18۔اقبال،کلیات اقبال اردو، بانگ درا، ارتقاء، ص251
19۔اقبال کلیات اقبال فارسی، پس چہ باید کرد، ص811
20۔ایضاً، ص811
21۔اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، طلوع اسلام، ص305
22۔اقبال، کلیات اقبال فارسی، پس چہ باید کرد، ص831
23۔اقبال، کلیات اقبال اردو، خضرِ راہ، سلطنت، ص290
24۔اقبال، کلیات اقبال فارسی، پس چہ باید کرد، ص832
25۔اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، خضرِ راہ، سرمایہ و محنت، ص291
26۔اقبال، کلیات اقبال فارسی، ص835
27۔ایضاً، ص836
28۔ایضاً، ص836
29۔ایضاً، ص837
30۔ایضاً، ص837
31۔ایضاً، ص837
32۔ایضاً، ص837
33۔ایضاً، ص839
34۔ایضاً، ص839
35۔ایضاً، ص839
36۔ایضاً، ص840
37۔ایضاً، ص840